آب حیات
اپریل 2019
20
ادارہ آب حیات ٹرسٹ لاہور
0300-0321-9458876

حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات سے باقاعدہ منظور شدہ

جلد ⑲، شمارہ ④، اپریل 2019ء شعبان المعظم ۱۴۴۰

حضرت مولانا قاری عبدالسلام حدوٹی عباسی

مہتمم دارالقرآن جامعہ القرآن علیوٹ مری

مدیر اعلیٰ

مولانا محمود الرشید حدوٹی عباسی

خلیفہ مجاز

پیر طریقت عالی وقت حضرت اقدس شاہ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قیمت فی شمارہ 20 روپے | سالانہ 350 روپے

ملنے کا پتہ
ادارہ آبِ حیات ٹرسٹ
غوث گارڈن 2 جی ٹی روڈ مناواں لاہور کینٹ

0300-0321-9458876
Mahmoodhadoti@gmail.com

ماہ نامہ آب حیات لاہور
اپریل ۲۰۱۹ء

ادارہ آب حیات کی عاجزانہ خدمات

ادارہ آب حیات ٹرسٹ حکومت پاکستان سے باقاعدہ رجسٹرڈ ہے،جو گزشتہ دو دہائیوں سے رفاہی، فلاحی اور دینی خدمات انجام دے رہا ہے،یہ ایک غیر سیاسی ادارہ ہے،ادارہ کے تحت ماہ نامہ آب حیات،ماہ نامہ تحفہ خواتین،ماہ نامہ شان دار،ماہ نامہ صدائے جمعیت،شہر لاہور سے تسلسل سے شائع ہورہے ہیں،ان پر ہر ماہ ہزاروں روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں، مخیر حضرات کی خصوصی توجہ مطلوب ہے،یہ صدقہ جاریہ ہے جو قیامت تک ان شاءاللہ اپنا فیضان عام کرے گا۔

مطالعہ کی عادت

قرآن کریم عرش بریں کا سب سے آخری پیغام ہے، جس میں سب سے پہلا پیغام یہ دیا گیا کہ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے، جس نے انسان کو پیدا کیا ہے، جس نے انسان کو عدم سے وجود بخشا ہے، عزت دار رب کے نام کے ساتھ پڑھنے کا ایک بار نہیں بلکہ شروع ہی میں دو بار حکم دیا تھا، اور اس مقام پر یہ پیغام دیا گیا تھا جہاں پڑھنے پڑھانے کا تصور تک نہیں تھا۔

غار حرا کی فلک بوس چوٹی، فلک بوس چوٹی پر نوکیلی چٹانیں، چٹانیں بھی کھردری، ان کھردری چٹانوں پر کھڑے ہو کر دیکھیں تو خانہ کعبہ کے گرد پھیلا شہر، اس شہر میں اس زمانے میں کوئی اسکول نہ تھا، کوئی مدرسہ نہ تھا، کوئی یونیورسٹی نہ تھی، کوئی ادارہ اور انسٹی ٹیوٹ نہ تھا، کوئی مربی نہ تھا، کوئی اتالیق نہ تھا، کوئی لکھاری نہ تھا، کوئی انشاپرداز نہ تھا، کوئی معلم اور متعلم نہ تھا، کوئی شعور وآگہی مہم نہ تھی، سب لوگ اپنی اپنی ڈگر پر رواں دواں تھے، کوئی کسی کا پرسان حال اور غم خوار نہ تھا، ایسے عالم میں پڑھنے پڑھانے، سیکھنے سکھانے کی باتیں ہو رہی تھیں، پھر جب یہ عظیم انسان اس پیغام سرمدی کا علمبردار بن

کر میدان عمل میں اترا تو پھر انسانیت اس کو دیے گئے علوم کی گہرائی اور گیرائی کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب گئی، پھر اس عظیم انسان کی زبان شیریں سے صادر ہونے والے وہ الفاظ ہنگامہ یوم النشور تک اپنے سننے والوں کی سماعتوں میں اور فکر وتدبر کے خوگروں کے دماغوں پر رس گھولتے رہیں گے جن میں کہا گیا تھا کہ میں استاذ واتالیق بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

سرمدی پیام حیات میں واضح کیا گیا کہ اہل علم اور علم سے محروم مساوی نہیں ہیں، علم کے اجالوں میں مسرور اور جہالت کی تاریک وادیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والے برابر نہیں ہو سکتے، اسی لیے علم کی دولت سے سرشار ہونے والوں کو علماء کہا گیا، ان علماء کی شان میں یوں کہا گیا کہ یہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں، اسنادی بحث کی بجائے الفاظ کی پیشانی پر غور وحوض کیا جائے، کیونکہ دانشمند الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں، وہ لفظوں کی پیشانی سے اپنا مدعا تلاش کرتے ہیں۔

انہی صاحبان علم کو وراثت انبیاء کا امین کہا گیا، انبیاء الٰہی ادیان اور الہامی پیغامات کے امین وعلمبردار ہوا کرتے تھے، ان میں سب سے اول وسب سے آخر رحمت کائنات ﷺ تھے، تخلیق میں اول اور بعثت وظہور میں سب سے آخری، انہی کی وراثت کے وارث علماء کرام ٹھہرائے گئے، کیونکہ جہاں اس وراثت کی بات کی گئی وہاں وضاحت کے ساتھ بتلایا اور جتلایا گیا کہ انبیاء دراہم ودنانیر اپنے ترکہ میں نہیں چھوڑتے، ان کی وراثت علم ہوا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس امت کے علماء کو یہ شان اور مقام عطا فرمایا کہ انہیں ان عظیم الشان انسانوں کا وارث قرار دیا، یہ اعزاز کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے، اس اعزاز کی اہمیت دنیا کے ان طلب گاروں سے پوچھی جائے جو قطعہ زمین کے چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ کی وراثت کے حصول کی خاطر گردنیں اتار دیتے ہیں، خون کی ہولی کھیلتے ہیں۔

پھر وہ جو فرمان عالی شان ہے کہ علم حاصل کروا گرچہ تمہیں چین ہی جانا پڑے، کس قدر اہمیت دلاتا ہے اس علم کی جس کے قریب سے بھی آج کوئی گزرنے کو تیار نہیں ہے،اس بات کے بارے میں اہل بحث و تمحیص علمی واستنادی موشگافیاں کریں گے مگراس فرمان کے بارے میں تو کوئی دورائے نہیں جس میں فرمایا گیا کہ آغوش مادر سے شکم گور تک علم حاصل کرو۔

آج ہماری نگاہ کسی نوجوان پر مرکوز ہوتی ہے، کسی بوڑھے پر پڑتی ہے تو اس کے ہاتھ میں آدھے آدھے فٹ کا موبائل دکھائی دیتا ہے، وہ بھی ایسا خودکار کہ اس کی سکرین کے سامنے اپنی پیشانی کرو تو وہ روشن ہو جاتا ہے،اس پر انگشت گھماؤ تو ساری خفیہ چیزیں آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگ جاتی ہیں، پھر آدمی ایسا کھو جاتا ہے کہ اسے کھانا کھانا بھول جاتا ہے، اسے چائے کی چسکیاں بھول جاتی ہیں، اسے ٹھنڈے ٹھار پانی کے فرحت افزا گھونٹ بھول جاتے ہیں، وہ ایسا کھو جاتا ہے کہ اسے ماں باپ بھول جاتے ہیں،اسے پری جیسی بیگم سے دل لگی بھول جاتی ہے، سارادن فیس بک، ٹوئٹر، سارادن انسٹا گرام، سارادن نیٹ، گوگل کی دنیا، یہ سب وہ چیزیں ہیں جو انسان کو مصروف رکھے ہوئے ہیں، جب صبح سے شام تک اس صحرا کی سیاحی ہوتی ہے تو اختتامی لمحات میں اسے احساس ہوتا ہے کہ کسی لایعنی اور بے مقصد کام میں سارادن بیت گیا ہے۔

نوجوانوں کے ہاتھ میں کتاب ہونا چاہیے، جیب میں قلم اور کاغذ ہونا چاہیے، مطالعہ کی عادت اپنانا چاہیے، مگر دور دور تک جس سے اس موضوع پر بات ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اب کسی کو مطالعہ کی عادت نہیں رہی، جب پڑھنے پڑھانے کی بات چلے تو مطالعہ سے کنی کترانے والوں کے ماتھے پر بارہ بج جاتے ہیں، تیوری چڑھا لیتے ہیں، اخبارات اور رسائل کے مالکان سخت پریشانی کا شکار ہیں کہ ہمارے خریدار ڈھونڈھے

سے نہیں ملتے، دور دور تک رسائل کتب خانوں کے ریکوں میں پڑے پڑے اپنی رنگت کھو دیتے ہیں مگر یہ حسن وجمال سے مرصع رسائل وجرائد کسی شائق مطالعہ کے دست نازک کے لمس سے محروم رہتے ہیں۔

ابھی چند دن ہوئے کسی اخبار نے انکشاف کیا کہ معاشرے میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے استعمال میں مسلسل اضافے کی وجہ سے لوگوں کی کتب بینی میں دلچسپی کم ہوتی جارہی ہے،لوگوں میں کتاب پڑھنے کی عادت ختم ہورہی ہے، جس کی وجہ سے گزشتہ پانچ سالوں میں کتب فروخت کرنے والی بیس سے زیادہ دکانیں بند کردی گئیں، مگر اخبار کی اس رپورٹ کے برعکس ہمارا علم یہ کہتا ہے کہ کتابوں کا کاروبار کرنے والی اس سے کہیں زیادہ دکانیں بند ہو گئی ہیں۔

تعلیمی ماہرین کے مطابق لوگوں میں سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کا استعمال تیزی سے بڑھ رہاہے، جس کی وجہ سے عام لوگوں اور بالخصوص نوجوانوں میں کتب بینی کی عادت ختم ہورہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ کئی شہروں میں کتابوں کی دکانیں بند ہو گئی ہیں،کاروبار کتب کیا ٹھپ ہوا،تاجران کتب نان شبینہ سے بھی محروم۔

کتابوں کے ایک تاجر نے انکشاف کیا کہ آٹھ دس سال پہلے ان کی دکان سے مہینے میں سینکڑوں کتابیں فروخت ہو جایا کرتی تھیں، لیکن تین چار سالوں میں انتہائی کمی آئی ہے اور اب مہینے میں ایک درجن کے قریب کتابیں فروخت ہوتی ہیں،ان کا کہنا تھا کہ لوگوں نے اب سوشل ایشوز،ادب اور سیاست کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کو پڑھنا چھوڑ دیاہے۔

میری خود ایک بہت بڑے تاجر کتب سے ملاقات ہوئی، جس پر انہوں نے انتہائی مایوسی کا اظہار کیا، اگرچہ ان کی ورائٹی بہت زیادہ ہے، پورے ملک میں ان کا

نیٹ ورک ہے مگر اس کے باوجود ان کے چہرے پر کتابوں کی فروخت کے حوالے سے وہ بشاشت دیکھنے میں نہیں آئی۔

کچھ عرصہ پہلے اردو بازار لاہور کی انجمن تاجران نے تحریک چلائی کہ اب خریداروں میں بہت زیادہ کمی کی وجہ انٹرنیٹ پر ان کتابوں کی پی ڈی ایف کا پایا جانا ہے، پی ڈی ایف نیٹ سے ڈاؤن لوڈ کرلی جاتی ہے، جس سے خریدار بسوئے بازار نہیں جاتا تاکہ کوئی کتاب خرید لائے۔

سوشل میڈیا، انٹرنیٹ کا بڑھتا استعمال کتب بینی کی روایت ختم ہوگئی

پشاور سمیت کئی شہروں میں کتابوں کی دکانیں، پبلک لائبریریز اور ریڈنگ رومز بند، کتب خانوں کی جگہ کمرشل پلازے بن گئے

کتب خانوں کے مالکان نے سرمایہ دوسرے کاروبار میں لگانا شروع کردیا، متعلقہ حکام بھی کتب بینی کا شعور اجاگر کرنے میں ناکام

پشاور (خصوصی رپورٹر) معاشرے میں انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے استعمال میں مسلسل اضافے کی وجہ سے لوگوں کی کتب بینی میں دلچسپی کم ہوتی جارہی ہے پشاور سمیت خیبر پختونخوا میں لوگوں میں کتاب پڑھنے کی عادت ختم ہورہی ہے جس کی وجہ سے گزشتہ پانچ سالوں میں پشاور میں کتب فروخت کرنے والے 20 سے زیادہ دکانیں بند کردی گئی ہے تعلیمی ماہرین کے مطابق پشاور سمیت صوبے کے دیگر شہروں میں لوگوں میں سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کا استعمال تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کی وجہ سے عام لوگوں اور بالخصوص نوجوانوں میں کتب بینی کی عادت ختم ہورہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ پشاور شہر سمیت کئی شہروں میں کتابوں کی دکانیں بند کردی گئی ہے ماضی میں پشاور شہر میں پبلک کتب خانوں کی

(بقیہ 19 صفحہ 9)

مہینے میں صرف ایک درجن کتابیں فروخت ہوتی ہیں، تاجر

لوگوں نے سوشل ایشوز، ادب اور سیاست پر لکھی کتابوں کو پڑھنا چھوڑ دیا ہے

پشاور (خصوصی رپورٹر) لوگوں میں کتب بینی کی عادت ختم ہونے اور کتب بینی کے کاروبار پر اس کے اثرات کے حوالے سے پشاور صدر کے مشہور کتب خانے کے انچارج نے بتایا کہ آٹھ دس سال قبل مہینے میں ان کے کتب خانے سے سینکڑوں کتابیں فروخت ہوتی تھی لیکن گزشتہ تین چار سالوں میں ان میں انتہائی کمی آئی ہے اور اب مہینے میں مشکل سے ایک درجن کے قریب کتابیں فروخت ہوتی ہے ان کے مطابق لوگوں نے اب سوشل ایشوز، ادب اور سیاست کے بارے میں لکھی گئی کتابوں کو پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔

کتاب بہترین دوست، اب بھی کتابیں پڑھنے والے موجود ہیں، خریدار

پشاور (خصوصی رپورٹر) پشاور صدر کے کتب خانے میں کتابیں خریدنے کے لئے آنے والے لوگوں نے کتب بینی کی عادت ختم ہونے کے حوالے سے بتایا کہ انٹرنیٹ اور موبائل فونز کے بڑھتے ہوئے

(بقیہ 20 صفحہ 9)

مجھے جامعہ اشرفیہ لاہور میں تدریس کے زمانے میں ایک ہم عصر مولانا نے بتایا تھا کہ مولانا! ایک وقت آئے گا کہ کاغذ ڈھونڈھے سے نہیں ملے گا، میں نے ان کی یہ بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دی، میں نے ان کی سمجھ سے بالاتر بات پر کان نہیں دھرا، مگر رفتہ رفتہ وقت نے ثابت کیا کہ ان کی کہی گئی بات درست تھی، میں خود لکھنے کے لیے اردو بازار سے تول کر کاغذ لایا کرتا تھا، بڑے سائز کی سیاہی کی بوتل لایا کرتا تھا، مگر جب سے میرے پاس کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ کی سہولت آئی تب سے کاغذ پر لکھنے کے لیے کاغذ تلاش کرنا پڑتا ہے، پہلے ہمیشہ جیب میں قلم موجود رہتا تھا، ابھی ڈھونڈھ کر جیب میں لٹکانا پڑتا ہے۔

میں اپنا میگزین بیچنے کے لیے مطالعہ کرنے کی ترغیب نہیں دے رہا، میں مطالعہ کا شوق ذوق پیدا کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتا ہوں، اپنی مثال دیتا ہوں کہ سارا دن اور

رات کا بیشتر حصہ پڑھنے اور مطالعہ کرنے میں گزرتا ہے،اس کے باوجود روزانہ صبح اٹھ کر اپنے کو صفر پر سمجھتا ہوں، جس شخص کے یومیہ اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کتابوں کو دیکھنے اور پڑھنے میں گزرتے ہیں وہ اپنے کو صفر پر سمجھتا ہے تو جو لوگ کتاب ہاتھ میں پکڑتے ہی نہیں، یا پکڑیں تو پورا جسم بخار میں مبتلا ہو جائے، ہاتھ سے موبائل چھوڑ کر کتاب ہاتھ میں لینا کوہ ہمالیہ سر کرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے، تو ان کا کیا بنے گا؟

حالانکہ مطالعہ سے دل ودماغ کے بند دریچے کھلتے ہیں، علم کی روشنی ہی انسانی مستقبل کو تابناک اور روشن بنا سکتی ہے، علم روشنی ہے اور جہالت اندھیرا ہے،اس اندھیرے کو دور کرنے کا طریقہ یکسوئی سے مطالعہ کی عادت اپنانا ہے۔اللہ توفیق دے۔آمین

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی

جامعہ رشیدیہ مناواں لاہور

۷مارچ ۲۰۱۹ء بروز جمعرات، بوقت چار بجے سہ پہر

سوال پاکیزہ بیویاں کون ہیں؟

جواب یہ مسلمانوں کی جنتی بیویاں ہوں گی، جو ہر قسم کی ظاہری اور باطنی بیماریوں سے محفوظ ہوں گی، ظاہری اور باطنی حسن وجمال والی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَبَشِّرِ الَّذِين آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقاً قَالُواْ هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ وَأُتُواْ بِهِ مُتَشَابِهاً وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ{۲۵} البقرة

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنادو کہ ان کے لئے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، جب انہیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہمشکل میوے دیئے جائیں گے اور وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

پاکیزہ بیویوں سے مرادوہ ہیں جوماہواری سے پاک ہیں، پیشاب، نفاس اور پاخانے سے پاک ہیں ، ناک کی ریزش اور تھوک سے پاک ہیں، ہر گندگی اور ہر اس تکلیف دہ چیز سے پاک ہیں جو دنیا کی عورتوں میں پائی جاتی ہے، ظاہری پاکی کے ساتھ ساتھ اندرونی پاکیزگی بھی ان میں پائی جاتی ہے، برے اخلاق سے پاک ہیں، بری اور مذموم صفات سے پاک ہیں، ان کی زبان گندے الفاظ اور بدکلامی سے پاک ہے، اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے سے بھی پاک ہیں، ان کے کپڑے بھی میل کچیل سے پاک ہیں۔

ان کے علاوہ جنت میں اہل جنت کو موٹی موٹی خوبصورت آنکھوں والی حوریں ملیں گی ، جن کی رنگت بہت زیادہ سفید ہوگی اور آنکھیں بہت ہی سیاہ ہوں گی ، ان کا حسن وجمال ان کی پنڈلیوں سے باہر دکھائی دے گا، ان کی جلد اتنی خوبصورت ہوگی کہ دیکھنے والا جب انہیں دیکھے گا تو ایسے جیسے کہ وہ شیشے میں اپنا منہ دیکھ رہا ہے، حور جنت کی اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کی آنکھیں ہرنی اور گائے کی طرح مکمل سیاہ ہوں۔ موٹی آنکھ والی عورت خوبصورت سمجھی جاتی ہے، اس لیے کہ عورت کے لیے آنکھ کا موٹا ہونا حسن ہے، جب کہ عورت کے لیے اگر چھوٹی آنکھ ہو تو وہ اس کے لئے عیب ہے۔

عورت میں جو چیزیں خوبصورتی کی علامت ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اس کا چہرہ کتابی ہو، یعنی کشادہ چہرے والی عورت خوبصورت سمجھی جاتی ہے، چوڑے سینے والی عورت خوبصورت سمجھی جاتی ہے، کشادہ پیشانی والی عورت خوبصورت سمجھی جاتی ہے، اسی طرح کشادہ کاندھوں والی عورت خوبصورت سمجھی جاتی ہے۔ جس عورت کی آنکھیں، ابروئیں، پلکیں اور بال کالے ہوں تو یہ اس کے لیے خوبصورتی کی علامت

ہے۔ چار مقامات پر سفیدی ہونا عورت کے لیے حسن وجمال کی علامت ہے، اس کی رنگت سفید ہو، اس کی مانگ سفید ہو، اس کے اگلے دانت سفید ہوں، اس کی آنکھ یں سفید ہوں۔

باریکی کے لحاظ سے عورت میں خوبصورتی کی چار علامات پائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ جس عورت کی کمر پتلی ہو وہ خوبصورت سمجھی جاتی ہے، جس عورت کی ناک پتلی ہو وہ خوبصورت سمجھی جاتی ہے، جس کی بھنویں پتلی ہوں وہ خوبصورت سمجھی جاتی ہے، جس کی مانگ باریک ہو وہ خوبصورت سمجھی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں جنتی مردوں کو ملنے والی عورتوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ **قاصرات الطرف** ہوں گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کے علاوہ کسی غیر کو للچائی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھیں گی، وہ اپنے حسن وجمال کو دوسروں پر ظاہر کرنے والی نہیں ہوں گی اور تانک جھانک کرنے والی بھی نہ ہوں گی۔

جنتی مردوں کو ملنے والی عورتوں کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ہم عمر ہوں گی ان کی پیدائش کا دن ایک ہو گا، ان کا سال ایک ہو گا، ان عورتوں کی عمر تینتیس سال ہو گی کمال کی خوبصورت ہوں گی، وہ بوڑھی نہیں ہوں گی جن کی عمر ڈھلنے کے باعث خوبصورتی ختم ہو چکی ہو گی اور نہ ہی بچے جننے والی ہوں گی کیونکہ بچے جننے کے باعث بھی ان کی خوبصورتی میں فرق پڑ جاتا ہے۔

جنت والوں کو جنت میں جو حوریں ملیں گی وہ زعفران سے بنائی گئی ہیں، ان کے چہروں کا نور اللہ تعالٰی کے نور میں سے ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے ولی کے لیے جنت میں ایسی بیوی ہو گی جو آدم اور حواء سے نہیں ہو گی بلکہ وہ زعفران سے بنی ہے، دنیا کی عورتوں کو اللہ نے مٹی سے بنایا، ان کے حسن وجمال سے دنیا پاگل ہوئی جارہی ہے تو جن کو اللہ نے زعفران سے بنایا ہے ان کے حسن وجمال کی کیا مثال دی جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حور اگر سات سمندروں میں اپنا تھوک پھینک دے تو اس کے منہ کی مٹھاس کی وجہ سے ساتھ سمندروں کا پانی میٹھا ہو جائے، ایک روایت کے مطابق سات سمندروں کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک نور پھیل جائے گا، جنت والے اپنے سر اٹھا کر دیکھیں گے تو یہ نور اس حور کے ہنسنے کی وجہ سے چمکے گا جو وہ اپنے خاوند کے سامنے ہنسے گی۔ایک روایت میں ہے کہ جنت کی حور اگر اپنا ہاتھ آسمان سے نیچے لہرادے تو یہ زمین اس طرح چمک اٹھے جس طرح سورج زمین والوں کے لیے چمکتا ہے، اگر اس حور کے ہاتھ کی چمک کا یہ عالم ہے تو اس کے چہرے کے حسن وجمال کا کیا عالم ہو گا۔

جنت کی ایک حور کا نام لُعبہ ہے، جس پر ساری حوریں تعجب کرتی ہیں، اپنے ہاتھ اس کے کاندھوں پر رکھ کر اسے کہتی ہیں کہ اے لُعبہ! تجھے مبارک ہو، اگر تیرے طلب گار تیری خوبیوں سے آگاہ ہو جائیں تو وہ کوشش میں لگ جائیں، لُعبہ کی پیشانی پر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ

مَنْ كَانَ يَبْتَغِي أَنْ يَكُونَ لَهُ مِثْلِي فَلْيَعْمَلْ بِرِضَاءِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ (حادی الارواح)

جو شخص اس تلاش میں ہے کہ اس کے لیے میری طرح کوئی ہو تو اسے چاہیے کہ وہ میرے رب کی رضا کے مطابق عمل کرے۔

علامہ ابن القیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک حکیم نے دوسرے حکیم سے ملاقات کے دوران پوچھا کہ کیا تجھے جنت کی حور کا شوق ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، دوسرے حکیم نے کہا کہ جنت کی حور کا شوق رکھو، اس لیے کہ اس کے چہرے کا نور اللہ کے نور سے ہے، یہ بات سن کر وہ حکیم بے ہوش ہو کر گر پڑا، اس کو اٹھا کر اس کے گھر تک لیجایا گیا، ایک مہینہ تک ہم اس حکیم کی بیمار پرسی کرتے رہے۔(حادی الارواح الی بلاد الافراح ص ۲۳۵)

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب صفۃ الجنہ میں لکھا ہے کہ یہ حکیم موصل کا رہنے والا تھا، یہ بات بھی ان کے درمیان موصل میں ہوئی تھی، موصل عراق کا ایک شہر ہے۔

حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسی ایسی حوریں ہیں کہ ان کے حسن وجمال پر اہل جنت ایک دوسرے کے سامنے فخر کرتے ہیں، اگر اللہ نے جنت والوں کے لیے یہ بات نہ لکھ دی ہوتی کہ انہیں جنت میں موت نہیں آئے گی تو جنت والے اس کے حسن کی تاب نہ لاتے ہوئے موت کی آغوش میں چلے جاتے۔(حادی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر جنت کی حور آسمان اور زمین کے درمیان اپنی ہتھیلی لہرا دے تو اللہ کی مخلوق کو اس کا حسن وجمال آزمائش میں ڈال دے، اگر اس کا نصف لہرا دے تو سورج اس کے حسن کے سامنے یوں ہو جس طرح سورج کے سامنے چراغ رکھ دیا جائے تو اس کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے، اگر وہ حور اپنا چہرہ نکال دے تو اس کا حسن وجمال آسمان وزمین کے درمیان کو چمکا دے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اگر جنت کی حور اپنی کلائی ظاہر کر دے تو سورج کی روشنی غائب ہو جائے۔

جنت کی حوریں جب رب العالمین کی مدح سرائی کرتی ہیں، ایک تسبیح پڑھتی ہیں توان کی تسبیح کو سن کر جنت کے تمام درخت ورد کرنے لگتے ہیں۔ حورانِ بہشت جنت کے دروازے پر اپنے خاوندوں کا ان الفاظ میں استقبال کریں گی کہ تم نے ہمیں بہت ہی انتظار کروایا ہے، ہم تمہارے ساتھ راضی ہیں کبھی ناراض نہیں ہوں گی، ہم تمہارے ساتھ ہمیشہ رہیں گی کبھی تم سے جدا نہیں ہوں گی، میں تیری محبوبہ ہوں اور تو میرا محبوب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ہر جنتی کے لیے دو بیویاں ہوں گی، ان کی پنڈلی کا گودا ان کے گوشت کے اس پار دکھائی دے گا۔(حادی الارواح الی بلاد الافراح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جنتی مردوں کے لیے جنت میں دو موٹی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ہر حور کے جسم پر ستر جوڑے ہوں گے، ان کی پنڈلی کا گودا اس کے ان جوڑوں کے پار سے دکھائی دے گا۔(حادی الارواح الی بلد الافراح)

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کلبی کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مومن کو جنت میں چار ہزار کنواریوں، آٹھ ہزار ثیبات اور پانچ سو حوروں سے شادی کرائی جائے گی۔(صفۃ الجنۃ لابن ابی الدنیا ص ۲۰۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

مومن جب بھی اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرے گا تو ہر بار اسے ایسا پائے گا جیسے کہ وہ کنواری ہے۔(صفۃ الجنۃ لابن ابی الدنیا)

مشقت والا وضو

سخت مشقت والا، کامل درجے کا وضوء، مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کی وجہ سے خطائیں مٹ جاتی ہیں، درجات بلند ہوتے ہیں، اور مجاہد فی سبیل اللہ جتنا ثواب ملتا ہے، حدیث شریف میں مجاہد فی سبیل اللہ کو مرابط فی سبیل اللہ کہا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹادیتے ہیں اور اس کی وجہ سے درجات کو بلند کردیتے ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ جی ہاں، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مشقت کے باوجود کامل وضوء کرنا، مسجدوں کی طرف بہت زیادہ قدموں سے جانا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہی رباط ہے، پس یہی رباط ہے۔(صحیح ابن خزیمہ)

تشریح۔حضرات محدثین کرامؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کے شروع میں ہمزہ استفہام کا اور لا نفی کا ہے، اور یہاں اَلَا تنبیہ کے لیے نہیں ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھنے پر صحابہ کرامؓ نے بلیٰ کہا کہ ہاں جی، فرمائیے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حرف کلام کے شروع میں غفلت ہٹانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ ملا علی قاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے سوال کرنے اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے جواب دینے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سوال وجواب اس لیے ہوا تاکہ بات دلوں میں اچھی طرح بیٹھ جائے، جو ابہام اور خفاء ہے وہ ختم ہو جائے اور بات کھل کر سمجھ آجائے۔(مرقات شرح مشکوٰۃ)

اس بیداری اور توجہ دلانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چیزوں کا ذکر فرمایا جن کی وجہ سے بندہ مومن کے گناہ مٹ جاتے ہیں، اس کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔

محدث علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں خطاؤں اور گناہوں کا مٹنا یہ کنایہ ہے ان گناہوں کی معافی سے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو کراماً کاتبین محافظ فرشتے نامہ اعمال لکھتے ہیں، اس کی نیکیاں اور برائیاں نوٹ کرتے ہیں ان کے رجسٹر سے مٹانا مراد ہو، نامہ اعمال سے ان گناہوں کا مٹنا اس بات پر دلالت ہے کہ اس کی بخشش کا سامان ہو گیا۔

جن اعمال کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو توجہ دلائی تھی ان پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بات درجات کی بلندی کے بارے میں ارشاد فرمائی، درجات کی بلندی سے مراد یہ ہے جنت میں اونچے اونچے مراتب اور مقامات اسے ملیں گے۔

حدیث شریف میں اِسباغ الوضوء فرمایا، وضوء کی واؤ پر ضمہ (پیش) اور فتح (زبر) دونوں پڑھ سکتے ہیں، مگر ضمہ پڑھنا زیادہ صحیح ہے، کیونکہ وُضوء سے مراد وُضو کرنا ہے، وَضوء وُضوء کے پانی کو کہا جاتا ہے۔

وُضوء کا معنٰی صفائی وستھرائی ہے، وُضوء وضاءت سے ہے، جس کا معنٰی خوبصورتی، جمال، حسن، وضوء کو بھی وضوء اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ وضو کرنے

والے کو خوبصورت بنادیتاہے، بروز محشر اس کے وضوء والے اعضاء چمکتے ہوں گے، وُضوء کی شرعی تعریف یہ ہے، وُضوء ان چار اعضاء کے دھونے اور مسح کرنے کو کہاجاتا ہے جن کا قرآن وسنت میں حکم دیا گیا ہے،ان چار اعضاء میں منہ کا دھونا، ہاتھوں کادھونا، پاؤں کادھونااور سر کا مسح کرناشامل ہے۔

اِسباغ الوُضوء سے مراد مکمل اور کامل طریقہ سے وضوء کرنا، جس جس عضو کو دھوناہے اس کو گھیر لینا، پوری پیشانی کو دھونا، تین بار اعضاء کو دھونا، بعض حضرات یوں فرماتے ہیں کہ اسباغ الوضوء اس طرح وضوء کرنا کہ اس کے بغیر نماز نہ ہوتی ہو، یعنی خلاف سنت وضوء نہ کرے بلکہ سنت کے مطابق وضوء کرے۔

حدیث شریف میں مکارہ کا لفظ استعمال فرمایا، مکارہ یہ مکرہ کی جمع ہے، یہ کُرہٌ سے ہے، کُرہٌ عربی میں مشقت اور تکلیف کو کہاجاتاہے،اس کا مطلب یہ ہے کہ مشقت اور تکلیف کے باوجود کامل و مکمل طریقہ سے وضوء کیاجائے، سردی کی شدت کے باعث بعض علاقوں میں ٹھنڈے پانی کے قریب نہیں جایا جاسکتا، اس کے باوجود اللہ کو راضی کرنے کے لیے، اس کے حکم کو پورا کرنے کے لیے سخت ٹھنڈے پانی سے وضوء کرنامشکل کام ہے، مگر صاحب ایمان اللہ کی رضاء کے لیے وضوء کرتاہے۔

بعض محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ پانی کی قلت اور کمیابی کی صورت میں جب وضوء کرنے کا جی نہیں چاہتا، ایسے میں وضوء کرنے والا بھی یہ فضیلت پالیتا ہے،اسی طرح جب پانی کی بہت زیادہ تلاش ہو ایسے میں بھی وضوء کرنے والا اس ثواب کو پالیتاہے، بعض صورتوں میں پانی مہنگے مہنگے داموں خریدا جاتاہے، جو بمشکل استعمال میں لایاجاتاہے، جسے ضروری ضروری استعمال کی جگہوں پر بھی استعمال کرنے کا جی نہیں چاہتا،ایسے میں جو شخص اس مہنگے داموں خریدے ہوئے پانی سے وضوء کرتاہے وہ اس ثواب کو پالیتاہے، جو اس حدیث شریف میں بیان کیاگیاہے۔

بعض محدثین کرام رحمہم اللہ یوں فرماتے ہیں اس سے مراد ان حالات میں وضوء کرنا ہے جن میں پانی استعمال کرنے کا جی نہ چاہ رہا ہو، جیسے سردی کے موسم میں سخت ٹھنڈے پانی سے وضوء کرنا یا جسم میں سخت تکلیف کی صورت میں وضوء کرنے والا اس اجر وثواب کو پالیتا ہے۔

بعض محدثین کرام رحمہم اللہ یوں فرماتے ہیں کہ جب آدمی دنیوی کاموں میں اس قدر مصروف ومشغول ہو کہ اسے کسی اور کام کی طرف توجہ کرنے کی فرصت بھی نہ ملے تو ایسی صورت میں ایک آدمی اچھی طرح، کامل ومکمل طور پر وضوء کرکے نماز پڑھتا ہے تو وہ اس عظیم الشان ثواب کو پالیتا ہے۔

خُطا، خُطوۃ کی جمع ہے، عربی میں خطوۃ دو قدموں کے درمیانی فاصلے کو کہا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد سے گھر دُور ہونے کی وجہ سے جس شخص کے بہت زیادہ قدم مسجد کی طرف چلتے ہوئے لگیں ، یا بار بار مسجد کی طرف پنجگانہ نماز کی ادائیگی کے لیے زیادہ قدم لگیں تو وہ شخص اس ثواب کو پالیتا ہے جو اس حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ مسجدوں سے گھروں کے دور ہونے کی یہاں فضیلت نہیں بیان کی جارہی، جس سے یہ سمجھا جائے کہ مسجد سے دور مکان بنالیا جائے تاکہ یہ ثواب مل جائے، اور یہ بات بھی اس سے نہیں سمجھی جاسکتی کہ جو مکان مسجد کے قریب ہوں وہ اس فضیلت سے خالی ہیں، فی ذاتہٖ مکان کا مسجد سے دُور ہونا فضیلت کی بات نہیں ہے، جیسے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔

اس میں فضیلت اس مشقت کے باعث ہے جس کے باوجود وہ مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے جاتا ہے، اگر ایک شخص کا مکان اس طرز پر بنا ہوا ہے کہ اس سے مسجد

میں جانے کے دو راستے ہیں، ایک راستہ قریب کا ہے اور دوسرا دور کا ہے، اب وہ قریب کا راستہ چھوڑ کر دور والے راستے سے آتا ہے تو دور کا راستہ اختیار کرنے کے باعث یہ ثواب نہیں ہے بلکہ اس مشقت کے باعث ثواب ملے گا جو وہ مسجد کی طرف آنے میں اٹھاتا ہے۔ حدیث شریف میں ان لوگوں کی تسلی اور تسکین خاطر کا سامان ہے جن کے مکان مسجد سے فاصلے پر کچھ دور ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ شریف میں مسجد سے دور رہنے والوں کی یہ خواہش دیکھی کہ وہ مسجد کے قریب اپنے گھر بنانے کی سوچ وفکر کررہے ہیں تو اس وقت آپ ﷺ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تمہارے گھروں کا مسجد سے دور ہونے کی وجہ سے تمہیں اجر ملے گا اور تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جائیں گے،اس لیے جہاں تمہارے مکانات ہیں وہاں سے دوسری جگہ مسجد کے قریب منتقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

چونکہ مسجد سے دور رہائش پذیر صحابہ کرام کو یہ پریشانی تھی کہ مسجد سے دور مکانات کی وجہ سے ہمیں نماز کے اوقات کا پتہ نہیں چلے گا، ہمارے دور ہو جانے کی وجہ سے جمعہ کی فضیلت وثواب سے محرومی ہوگی، جماعتوں کی نماز میں بار بار شرکت کرنا مشکل ہو جائے گا، اس لیے مسجد کے قریب چلے جائیں تاکہ ان ساری محرومیوں سے بچ جائیں، ایسے لوگوں کو نبی کریم ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہیں مسجد سے دور ہونے کی وجہ سے کچھ چیزوں سے محرومی کا سامنا ہے تو دوری کے باعث بعض دوسری چیزوں کا فائدہ بھی تو پہنچ رہا ہے، ان میں سے ایک تمہارے زیادہ قدموں کا ثواب بھی ہے۔

ہمارے اس دور میں جب کہ اکثر لوگ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہیں، جن کو ڈاکٹر واک کرنے اور چلنے پھرنے کا حکم دیتے ہیں ان کے لیے کس قدر فائدے کی بات اس

حدیث شریف میں بتائی گئی ہے کہ انہیں اجر ان کے زیادہ قدموں اور اٹھائی جانے والی مشقت کی وجہ سے ملے گا،اس ثواب کے حصول کی خاطر دور دور سے چل کر مسجدوں میں نماز ادا کرنے والوں کو ایک اجر تو زیادہ قدموں کا ملے گا اور دوسرا ڈاکٹروں کے تجویز کردہ علاج کی صورت میں صحت یابی بھی ہوگی۔

حدیث میں انتظارِ صلاۃ کا ثواب بھی بتایا گیا ہے،اس سے ایک مراد تو یہ ہے کہ نماز کے وقت کا انتظار کرنا،دوسری مراد یہ ہے کہ نماز باجماعت پڑھنے کی انتظار کرنا،مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی نے نماز ادا کرلی،اس کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا ہے،چاہے یہ نماز جماعت سے پڑھی یا اکیلے ہی پڑھی، پھر دوسری نماز کا انتظار کرنے لگ گیا،چاہے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے انتظار کرتا رہا،یا اس نماز کے بعد اپنے کام کاج میں مشغول ہوگیا اور دوسری نماز کی طرف دھیان کرتا رہا کہ کہیں وقت نکل نہ جائے یا نماز فوت نہ ہوجائے،اس لیے وہ پہلی نماز کے بعد دوسری نماز کی طرف مشغول ومتوجہ رہا۔

کامل درجے کا وضوء، مکارہ پر وضوء، زیادہ قدموں کے ساتھ مشقت برداشت کرتے ہوئے مسجد کی طرف آنے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے والے کے گناہوں کی معافی اور درجات کی بلند کے ساتھ ساتھ جو ثواب بیان کیا گیا،جو مرتبہ اور مقام بیان کیا گیا اسے تکرار کے ساتھ یہی رِباط ہے،یہی حقیقی رباط ہے،یہی اصلی رباط ہے فرمایا گیا ہے۔

علامہ ملا علی قاری ہرویؒ مشکوۃ شریف کی شرح میں اس مقام پر فرماتے ہیں رباط اسے فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان اسلامی مملکت کی سرحد پر دشمنانِ اسلام کا مقابلہ پر نگہبانی کی خاطر بیٹھے تاکہ دشمن سرحد پار کر کے اسلامی ملک میں داخل نہ ہوجائیں اس کا ثواب ہے اور بڑی فضیلت ہے جو خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم بھی فرمایا ہے:

اے ایمان والو ! (تکلیف پر) خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔(آل عمران ۲۰۰)

چنانچہ یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا اصل رباط ہے کہ جیسے وہاں تو کفار مقابلہ میں بیٹھے ہیں یہاں شیطان کے مقابلہ میں بیٹھے ہیں جو دین کا سب سے بڑا دشمن ہے اس لئے جیسی فضیلت وسعادت رباط میں ہے ویسی ہی فضیلت وسعادت نماز کے انتظار میں بیٹھنے کی ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ یہ اعمال بجالانا حقیقی رباط ہے، کیونکہ یہ اعمال نفس پر شیطانی حملوں کو روکتے ہیں، یہ اعمال خواہشات پر غلبہ پاتے ہیں، یہ اعمال وساوس کو روکتے ہیں، ان اعمال کی بدولت خدائی لشکر شیطانی لشکروں پر غلبہ حاصل کرتا ہے، اسی کو جہاد اکبر کہا جاتا ہے۔

صراط مستقیم سے کیا مراد ہے؟

سوال اکثر بزرگوں نے صراطِ مستقیم کو صرف مسجد تک محدود رکھا، نیک کام صرف روزہ، زکوٰۃ اور نماز کو قرار دیا، جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو کافر کہنا کیا درست ہے؟ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر قرار دینا کیا صحیح ہے؟ نماز فرض ہے، فرض کریں اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب رہاہے اور چیخ چیخ کر بچاؤ بچاؤ پکار رہاہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو بچالیں اور ایک فرض نماز ہے اگر دو منٹ ہم نے صرف کر دیئے تو قضا ہو جائے گی، کیا ہم ایسے میں مصلیٰ

حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ

بچھا کر دریا کے کنارے نماز ادا کریں گے؟ یا اس ڈوبتے ہوئے انسان کی زندگی بچائیں گے؟

خداوند کریم نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ، ترجمہ...

دکھا ہم کو سیدھا راستہ، یہ سورۂ فاتحہ میں آیا ہے، جسے الحمد شریف کہا جاتا ہے، جو ہر ایک نماز میں پڑھی جاتی ہے، جس کے نہ پڑھنے سے نماز نامکمل ہوتی ہے جسے ہم ہر نماز میں پانچ وقت پڑھتے ہیں کہ دکھا ہم کو سیدھا راستہ، کیا ہم غلط راستے پر ہیں؟ اگر نہیں تو ہم کون سا صحیح راستہ مانگ رہے ہیں؟اس کا مطلب ہے کہ صراطِ مستقیم کوئی اور ہے، سیدھی راہ کوئی اور

ہے جو جنت کی طرف جاتی ہے ؟ کیا ہم اس راہ پر چل رہے ہیں جو صرف مسجد تک جاتی ہے ؟

براہ کرم آپ ہمیں وہ طور اور طریقے بتائیں جن پر عمل کر کے ہم سیدھے راستے یعنی صراطِ مستقیم پر چل سکتے ہیں۔

جواب قرآن کریم نے جہاں ہمیں یہ دعا سکھائی ہے: ''دکھا ہمیں سیدھا راستہ''، وہیں اس سیدھی راہ کی یہ کہہ کر وضاحت بھی کر دی ہے: ''راہ ان لوگوں کی کہ انعام فرمایا آپ نے ان پر، نہ ان پر غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام ؓ اور بزرگانِ دین کے راستہ کا، اسی صراطِ مستقیم کا مختصر عنوان اسلام ہے اور قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اسی کی تشریح کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے پا کر جتنے اعمال امت کو بتائے ہیں اور جس جس وقت کے لئے جو جو عمل بتایا، اپنے اپنے درجہ کے مطابق ان سب کا بجالانا ضروری ہے، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی معمولی اور حقیر سمجھنا درست نہیں، اگر ایک ہی وقت میں کئی عمل جمع ہو جائیں تو ہمیں یہ اصول بھی بتادیا گیا ہے کہ کس کو مقدم کیا جائے گا اور کس کو مؤخر ؟ مثلاً: آپ نے جو مثال لکھی ہے ایک شخص ڈوب رہا ہے تو اس وقت اس کو بچانا پہلا فرض ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے کوئی نابینا آدمی کنویں یا کسی گڑھے میں گرنے لگے تو نماز کو توڑ کر اس کی جان بچانا فرض ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم مسجد تک محدود نہیں اور وہ شخص احمق ہے جو اسلام کو مسجد تک محدود سمجھتا ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مسجد

والے اعمال ایک زائد اور فالتو چیز ہیں، بلاشبہ اسلام صرف نماز، روزے اور حج وزکوٰۃ کا نام نہیں، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ چیزیں غیر ضروری ہیں، نہیں! بلکہ یہ اسلام کے اعلیٰ ترین شعائر اور اس کی سب سے نمایاں علامتیں ہیں، جو شخص دعوئ مسلمانی کے ساتھ نماز اور روزے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اس کے قدم ''صراطِ مستقیم'' کی ابتدائی سیڑھیوں پر بھی نہیں، کجا کہ اسے صراطِ مستقیم پر قرار وثبات نصیب ہوتا۔

رہی یہ بات کہ جب ہم صراطِ مستقیم پر قائم ہیں تو پھر اس کی دعا کیوں کی جاتی ہے کہ: ''دکھا ہم کو سیدھی راہ''، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔ ایک ہے صراطِ مستقیم پر قائم ہوجانا اور دوسری چیز ہے صراطِ مستقیم پر قائم رہنا۔ یہ دونوں باتیں بالکل جدا جدا ہیں، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص آج صراطِ مستقیم پر ہے لیکن خدانخواستہ کل اس کا قدم صراطِ مستقیم سے پھسل جاتا ہے اور وہ گمراہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔

قرآن کریم کی تلقین کردہ دعا ''اھدنا الصراط المستقیم'' حال اور مستقبل دونوں کو جامع ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ آئندہ کا کوئی بھروسہ نہیں، اس لئے آئندہ کے لئے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی دعا کی جاتی ہے کہ: ''اے اللہ! جس طرح آپ نے محض اپنے لطف وکرم سے ہمیں اپنے مقبول بندوں کے راستہ صراطِ مستقیم پر ڈال دیا ہے، آئندہ بھی ہمیں مرتے دم تک اسی پر قائم رکھئے۔''

آپ نے دریافت کیا ہے کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو کافر کہنا کیا درست ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا لیکن وہ نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ میں اس اعلیٰ ترین فریضۂ خداوندی کو ترک کرکے بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں اور میں قصوروار اور مجرم ہوں، ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا اور نہ اسے کوئی کافر کہنے کی جرأت کرتا ہے۔

لیکن یہ شخص اگر نماز کو فرض ہی نہ سمجھتا ہو اور نہ نماز کے چھوڑنے کو وہ کوئی گناہ اور جرم سمجھتا ہو، تو آپ ہی فرمایئے کہ اس کو مسلمان کون کہے گا؟ کیونکہ اس کو مسلمان سمجھنے کے معنی یہ ہیں کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمانوں پر نماز فرض ہو ناذکر فرمایا ہے، وہ نعوذ باللہ! غلط ہے، کیا خدا اور رسول کی بات کو غلط کہہ کر بھی کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے...؟

آپ نے دریافت فرمایا ہے کہ کیا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر کہنا صحیح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر گز صحیح نہیں، بلکہ گناہِ کبیرہ ہے، مگر یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمان کون ہوتا ہے؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے پاکر جو دین امت کو دیا ہے، اس پورے کے پورے دین کو اور اس کی ایک ایک بات کو ماننا اسلام ہے، اور ماننے والے کو مسلمان کہتے ہیں اور دینِ اسلام کی جو باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں ان میں سے کسی ایک بات کو نہ ماننا یا اس میں شک و تردد کا اظہار کرنا کفر کہلاتا ہے۔

پس جو شخص دینِ اسلام کی کسی قطعی اور یقینی بات کو جھٹلاتا ہے یا اس کا مذاق اڑاتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو ماننے کا مختصر عنوان کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے۔ مسلمان یہ کلمہ پڑھ کر خدا تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اقرار کرتا ہے، اور اس اقرار کے یہی معنی ہیں کہ وہ خدا کے ہر حکم کو مانے گا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان کو خدا کا فرمان سمجھے گا، اس کلمہ طیبہ کے پڑھ لینے کے باوجود جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کو نعوذ باللہ! غلط کہتا ہے وہ اپنے اس

اقرار میں قطعاً جھوٹا ہے، اس لئے ایسے شخص کو مسلمان کہنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نہ کسی مسلمان کو کافر کہنے کی اجازت ہے اور نہ کسی بے ایمان کافر کو مسلمان کہنے کی گنجائش ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

ترجمہ:..."اے نبی! کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے آچکا، اب جس کا جی چاہے (اس حق کو مان کر) مؤمن بنے اور جس کا جی چاہے (اس کا انکار کردے) کافر بنے۔ (مگر یہ یاد رکھے کہ) بے شک ہم نے (ایسے) ظالموں کے لئے (جو حق کا انکار کرتے ہیں) آگ تیار کر رکھی ہے۔ (الکہف:۲۹)

گونگے کا اظہارِ اسلام

سوال

ہمارے ہاں ایک گونگا ہے جس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور وہ پیدائش سے اب تک ہندو رہا ہے، اور اب وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے، اس کی عمر ۲۸ سال ہے، جبکہ وہ ان پڑھ ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اس کو کلمہ کس طرح پڑھایا جائے جبکہ وہ سن بھی نہیں سکتا؟

ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کلمہ طیبہ لکھ کر پانی میں گھول کر پلادیا جائے، مسلمان ہو جائے گا۔

جواب کلمہ گھول کر پلانے سے تو مسلمان نہیں ہوگا، البتہ اگر وہ اشارے سے توحید ورسالت کا اقرار کرے تو مسلمان ہو جائے گا۔

اسلام کا بلدیاتی نظام (۲)

شہناز اختر شیخ

ہماری تاریخ میں بہت بڑے بڑے شہروں کی تعمیر اور ترقی کے لیے جو نظام قائم ہوا اس سے آج کے بلدیاتی نظام کا ڈھانچہ اخذ کر سکتے ہیں۔ جناب رسالت مآبؐ کی احادیث مبارکہ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور جناب حضرت عمر فاروقؓ کے احکامات سے ہمیں بلدیاتی نظام کے بہت سے اصول ملتے ہیں۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے دور سے کچھ رہنمائی ہو جاتی ہے۔

بلدیاتی محکموں کے مقاصد کچھ اس طرح ہوتے ہیں۔

☆شہروں کی گلیوں اور شاہراہوں کا بندوبست۔

☆رہائشی انتظامات۔

☆پینے کے پانی کی فراہمی و تقسیم۔

☆گندے پانی کی نکاسی اور کوڑے کرکٹ کو اٹھوانے اور ٹھکانے لگانے کا بندوبست۔

☆ تعلیم، علاج معالجہ اور دیگر فلاحی کام۔

☆ کھیل کے میدانوں، باغوں اور تفریح گاہوں کا انتظام۔

☆سڑکوں کے اطراف سایہ دار درخت لگانا۔
☆چمن بندی اور شہروں کی خوبصورتی۔
☆تمام امور کے لیے مالی وسائل کی فراہمی اور ان کا احتساب۔

سب سے پہلے ہم ''احتساب'' کو لیتے ہیں۔ جس کا ہمارے ہاں بڑے زور شور سے چرچا ہے۔ ہمارے سیاسی مفکرین نے ملکی اور شہری دونوں حکومتوں کے لیے محکمہ احتساب کے قیام پر بڑا زور دیا ہے۔ مدینہ منورہ میں یہ کام اللہ کے رسولؐ خود انجام دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے دور میں اس طرف بہت توجہ دی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے بازاروں میں نکلتے تو جگہ جگہ رک کر ناپ تول کے پیمانے دیکھتے، چیزوں میں ملاوٹ کا پتہ لگاتے، عیب دار مال کی چھان بین فرماتے، گراں فروشی کا پتہ لگا کر اسے روکنے کا انتظام فرماتے۔

استعمال کی چیزوں کی مصنوعی قلت کا انسداد فرماتے، بازار کی نگرانی کے لیے حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک محکمہ قائم کیا تھا اور نگرانی کا کام پولیس کے سپرد تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بھی یہ کام پولیس کے ذریعے ہی چلتا رہا۔ دور عباسی میں خلیفہ مہدی نے علیحدہ محکمہ احتساب قائم کیا۔

محتسب کے فرائض میں سڑکوں کی نگرانی، تجاوزات کی روک تھام، ملازموں اور جانوروں کے ساتھ بے رحمانہ برتاؤ کا انسداد، باجماعت نماز کے سوا کسی کو اجازت نہیں تھی کہ کسی بھی کام کے لیے تجاوزات کھڑی کی جائیں۔ ریڑھیاں لگانے والے اگر راستہ روکیں تو حکم ہے کہ ان سے مال نہ خریدا جائے۔

سڑکوں ہی کے ضمن میں ایک اہم مسئلہ ٹریفک جام بھی ہے۔ اس کے بارے میں بھی ہمارے پاس نظام ملتے ہیں۔ سڑکوں پر بیٹھ کر باتیں کرنے اور راستے

میں خلل ڈالنے سے ہمارے پیارے نبیؐ نے منع فرمایا ہے۔اسلام جان کے تحفظ کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ سڑکوں پر گڑھے کھودنا منع کیا گیا ہے۔ مبادہ کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔خواتین جس طرف سے چل رہی ہوں،اس طرف سے ہٹ کر چلنے کا حکم ہے۔ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ دمشق میں پیدل چلنے والوں کے لیے فٹ پاتھ تھے۔ سوار سڑک کے درمیان سے گزرتے تھے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ بغداد میں ۱۰ ہزار سڑکیں اور گلیاں تھیں۔آبادی کے مسائل اور گندے پانی کی نکاسی کے انتظام کے لیے خاص احکام تھے۔ مسلمان انجینئروں نے اس سلسلے میں بڑے کام کیے۔

فراہمی و نکاسی آب کے سلسلے میں مدینہ منورہ کی شہری مملکت نے مسلمانوں کے پینے کے پانی کا انتظام یہودیوں سے کنواں خرید کر کیا۔ مدینے کی گلیوں میں گندے پانی کی نکاسی بالکل نہ ہوتی تھی کیونکہ اجازت نہ تھی۔بیت الخلا کا اس زمانے میں رواج نہ تھا لیکن مسلمانوں کی فتوحات کے بعد جب شہروں کی آبادی بڑھنے لگی تو ان مسائل کا حل تلاش کیا گیا۔

مصر کے قدیم شہر ''فسطاط'' کی کھدائی سے جو گھر زمین سے برآمد ہوئے ان کے ہر گھر میں غسل خانہ اور بیت الخلا موجود تھا۔پینے کے پانی کی لائن نکلی ہے۔ گندے پانی کی نکاسی کے لیے بند نالیوں کا انتظام تھا جو شہر سے باہر گڑھوں میں گندگی بہالیجاتی تھیں،ان گڑھوں کو بند کر دیا جاتا تھا تا کہ بدبو نہ پھیلے۔ان کے علاوہ حوض، فواروں اور کنوؤں کا بھی پتہ چلا۔ کھدائی سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل فسطاط اعلیٰ تعمیری ذوق رکھتے تھے اور انھوں نے فن تعمیر میں کافی ترقی کی تھی۔ بیروت یونیورسٹی میں الفسطاط کے بارے میں ایک مخطوطہ محفوظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بلدیاتی قوانین نافذ تھے۔

تاریخ میں بغداد کی شان و شوکت اور صفائی ستھرائی کی بھی بڑی تفصیل ملتی ہے۔ وہاں سڑکوں پر دن میں دو بار چھڑکاؤ ہوتا تھا، محکمہ بلدیات کی ذمے داریوں میں ایک ذمے داری رہائشی مکان بنا کر بانٹنے کا تھا۔ مالداروں کو خود اپنے مکان تعمیر کرنے کا حکم تھا۔ غریبوں کو مکانات کی فراہمی حکومت کا فریضہ تھا۔

سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے بھی زکوٰۃ و صدقات کی رقوم سے غریبوں اور ناداروں کی رہائش کا بندوبست کیا۔ انھوں نے اپنے دور خلاف میں بیت المال کے خرچ پر شفاخانے، پل، سرائے، حمام بنوائے اور کنوئیں کھدوائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب ذمے داریاں بھی شہری حکومت کی ہیں۔ اس دور میں مکانات کی تعمیر، شہری زمینوں کی خرید و فروخت، حرمت، رمضان کی پابندی، ناپ تول کی جانچ پڑتال، ملاوٹ، گراں فروشی اور ذخیرہ اندوزی کی روک تھام، نشہ بازوں اور غنڈوں کی روک تھام، یہ تمام فرائض محکمہ بلدیات کے سپرد تھے۔

بلدیاتی نظام میں سب سے اہم کام سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور دیکھ بھال کے علاوہ نئی شاہراہوں کی تعمیر اور آیندہ کے لیے ان کی منصوبہ بندی کا کام ہوتا ہے۔

بعض لوگ اپنی ذاتی اغراض کے لیے سڑکوں کو گھیر لیتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''جب تم راستے میں اختلاف کرو تو اس کی چوڑائی سات ہاتھ ہو گی، اس سے کم چوڑی گلی نہیں بنائی جائے گی''۔

حضور پاکؐ نے سڑکوں پر بیٹھنے، تجاوزات کھڑی کرنے، سڑکوں پر گندگی ڈالنے کو منع فرمایا ہے اور راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کو صدقہ قرار دیا ہے۔ سڑکوں پر سایہ دار درخت لگانے کا حکم ہے۔ سڑک پر تو مسجد کی تعمیر بھی ممنوع ہے البتہ قریب سڑک اجازت ہے۔

حفظان صحت کا خیال رکھنا اسلامی زندگی کا بنیادی نظریہ ہے۔ حفظان صحت کے اصولوں کے تحت بلدیاتی نظام میں کھانے پینے کی چیزوں کے خالص ہونے پر زور دیا گیا ہے۔ ملاوٹ کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں اور عذاب کی وعید ہے۔ صفائی اور پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ گھر اور گھر سے باہر ہر مقام، اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کی پاکی کا بار بار حکم آیا ہے۔ مسجد کو پاکیزگی کے نمونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ سرکاری عمارات کو پاک صاف رکھنے کا حکم آیا ہے۔ تہذیب و شائستگی اسلام کا حصہ ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب نہیں جو لباس اور اس کی تراش خراش کے بارے میں رہنمائی کرتا ہو جو اسلام نے کی ہے۔ اس طرح اللہ اور اس کے رسولؐ کو رہن سہن میں آرائش اور سادگی پسند ہے۔

حضور اکرمؐ نے اور باتوں کے علاوہ ''تعلیم'' پر بہت زور دیا۔ اسلام نے تعلیم کی ذمے داری بھی مملکت پر عاید کی ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے مسجد کی تعمیر کے وقت ایک چبوترہ بنا کر اسلام کی پہلی اقامتی درسگاہ کی بنیاد رکھی تھی۔ جہاں آپؐ خود درس دیا کرتے تھے۔ آپؐ کا ارشاد پاک ہے کہ ''علم انبیا کا ورثہ ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ جہاں سے ملے لے لے''۔

ایک اور جگہ فرمایا کہ ''علم حاصل کرو چاہے اس کے لیے چین جانا پڑے'' اس دور کے ذرائع آمد و رفت اور راستوں کی مشکلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے سوچیے کہ اس وقت چین جانا کتنا کٹھن تھا۔ اس سے تعلیم کی اہمیت کا اندازہ کیجیے۔

اللہ پاک کی پہلی وحی لفظ ''اقرا'' سے شروع ہوئی۔ یعنی ہمارے لیے پہلا حکم ہی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دیا گیا اور اس میں بھی مرد اور عورت کی کوئی تخصیص نہیں رکھی۔ دونوں ہی کے لیے یکساں حکم ہے۔ علم حاصل کرنے کے لیے

عمر کی بھی کوئی شرط نہیں۔ فرمایا گیا: ''علم حاصل کرو، گود سے گور تک''۔ اس اہم ترین فرض کے لیے حکمرانوں کو مکلف کیا اور اس کا عملی نمونہ خود نبی پاکؐ نے ''اصحاب صفہ'' کو تعلیم فرما کر پیش کیا۔ حضور اکرمؐ کی بعثت کے وقت قبیلہ قریش میں کل سترہ افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جب آپؐ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو ایک لاکھ صحابہؓ کرام احادیث مبارکہ کی روایت کرتے تھے۔

دورِ خلافت میں سیدنا عمر فاروقؓ نے اور تمام کاموں کے علاوہ تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ تاریخ اسلام میں پہلا نصاب تعلیم ان ہی کا بنایا ہوا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ہر مسجد میں مکتب قائم کیے تھے۔ ان کی نگہداشت اور اخراجات کا ذمے دار بھی حکومت کو بنایا۔ اس لیے اشاعت تعلیم فرد، جماعت اور حکومت ہر ایک کی ذمے داری ہے۔ سایہ، باغات اور عوامی تفریح گاہوں کا انتظام بھی عین اسلامی تعلیم کے مطابق ہے۔

مسلمانوں کے تمام بڑے شہروں میں سبزہ زاروں اور باغات کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ ان کے علاوہ دلکش مساجد کی تعمیر، ظفرانویسی، دیدہ زیب فن تعمیر، کتب خانے، اور مدرسے سب تمدن کے مظاہرے ہیں جو اسلام کے بلدیاتی نظام میں شامل ہیں۔ اسلام کے بلدیاتی نظام کے اس مختصر سے خاکے کو سامنے رکھ کر اللہ پاک کا شکر ادا کرنے کو جی چاہتا ہے کہ جب ہم یہ حقوق و فرائض ادا کرتے تھے، مغرب پوری جہل کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور آج۔۔۔! آج ہماری زندگیوں کا انداز کچھ اور ہے اور جو جہالت کے گم کردہ راہی تھے وہ آج ستاروں پر کمند ڈال رہے ہیں۔ فرق صرف عمل کا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی

ضدی بیٹی کا علاج

محمود الرشید حدوٹی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ: میں مختصراً یہ عرض کروں کہ میری بیٹی بہت ضدی ہے، جب میں اس سے کوئی چیز مانگتی ہوں تو اس کی زبان پر نہیں کا لفظ ہوتا ہے، وہ انہی چیزوں کو ہاتھ میں لیتی ہے جن کو ہاتھ لگانے سے منع کیا گیا، جب میں کوئی بات کہتی ہوں، چیختی ہوں مگر وہ اسے پھر بھی نہیں سنتی، جس پر میں کبھی کبھار اسے پیٹتی بھی ہوں، مگر وہ ایسی ڈھیٹ واقع ہوئی ہے کہ مار سے بھی نہیں ڈرتی، وہ دوسرے بچوں کے پیچھے پیچھے چلتی ہے، میں اسے کہتی رہتی ہوں کہ بچوں کے پیچھے مت جاؤ، وہ کھیل کود میں بہت دلچسپی رکھتی ہے، وہ کھیل سے سیر نہیں ہوتی، جب اس پر سختی کریں تو اپنے کو زمین پر ڈال لے گی اور زور زور سے روتی جائے گی۔

یہ اس کی دائمی عادت بنتی جارہی ہے، جب سے پیدا ہوئی ہے تب سے وہ ایسا ہی کرتی ہے، اور اس کے بعد تو اس کی ضد میں بہت ہی اضافہ ہو گیا ہے جب سے اس کی بہن پیدا ہوئی ہے، اب اس کی بہن پانچویں مہینہ میں دودھ پی رہی ہے، میں نے بہت سے طریقوں سے کوشش کی کہ بڑی کو چھوٹی سے پیار کرنا سکھاؤں، مگر وہ اسے مارتی ہے، مجھے وہ کسی طور اجازت نہیں دیتی کہ میں اس سے کھیلوں۔

اس کی یہ ضد بازی دیکھ کر میں خوف زدہ ہوں کہ وہ اپنی اس ضد کی وجہ سے ضائع نہ ہو جائے، وہ اسی ضد کے باعث کوئی چیز سیکھتی نہیں ہے، میں نے کوشش کر کے دیکھ لیا کہ اسے کچھ سکھاؤں، کچھ لکھاؤں، میں اس کے پاس کتاب وغیرہ پڑھانے کے لیے بیٹھوں مگر وہ کچھ سننے کو تیار ہی نہیں ہے، وہ کسی جگہ جم کر بیٹھتی ہی نہیں ہے، وہ اپنی مرضی سے کتاب پلٹتی چلی جاتی ہے، وہ بھی بے سوچے سمجھے، جلدی جلدی، پھر کھیل کود میں مشغول ہو جاتی ہے۔

وہ برابر گھریلو سامان سے کھیلتی رہتی ہے، یہ کام وہ اس وقت سے کر رہی ہے جب وہ ڈیڑھ سال کی تھی، میں نے اس کی تعلیم شروع کرادی ہے، لیکن وہ ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھتی، ہاں اگر کہیں بیٹھتی ہے تو کارٹون دیکھنے کے لیے بیٹھتی ہے۔ کھانے میں توازن نہیں رکھتی، کھائے گی تو صرف روٹی، پیے گی تو صرف جوس وغیرہ، کھانا کھانے پر بھی اسے مار پڑتی ہے، گویا کہ کھانے کے لیے مار لازم ہے، اگر کھانا کھائے گی تو تھوڑا سا اور باقی پھینک دے گی، یہ کچھ مثالیں میں نے عرض کی ہیں جو اس کی ضد سے متعلق ہیں، میں اس کی حوصلہ افزائی کے لیے اسے گلے لگاتی ہوں، لیکن اس کی ضد کا یہ عالم ہے کہ وہ مجھ سے بھاگتی ہے، وہ اپنے کھلونوں سے کھیلنے کی بجائے انہیں زمین پر ترتیب وار رکھتی ہے، میں اس کی ان حرکتوں سے بہت تھک چکی ہوں۔ میں آپ سے امید رکھتی ہوں کہ آپ میری راہنمائی فرمائیں اور کچھ بہترین مشورہ دیں اور نصیحت فرمائیں۔

جواب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ وہ آپ کو ان چیزوں میں برکت عطا فرمائے جو اس عظیم ذات نے آپ کو عطا فرمائی ہیں، آپ کی اولاد کو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان بنائے۔

میری بہن! اللہ تعالٰی نے مال اور اولاد کو حیاتِ دنیا کی زینت قرار دیا ہے، اور باقیات صالحات کی صورت میں اللہ کے ہاں یہ بہترین چیز ہیں، باعث ثواب ہیں اور باعث بہترین امید ہیں، نیک بیٹا باقیات صالحات میں سے ہوتا ہے۔

رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو اس کے سارے عمل ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے، ان تین چیزوں میں ایک نیک بیٹا ہے جو اپنے والد کے لیے دعا کرے۔

بیٹی کی تعلیم و تربیت کی اہمیت و فضیلت بھی حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے، یہ چیزیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ بچوں کی حسن تربیت، بچوں کو توجہ دینا، بچوں کی رعایت کرنا یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے، اس لیے ماں اور باپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ہر ایسی چیز سیکھیں جو ان کے لیے حسن تربیت، اولاد کی رعایت کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو، بچوں کی تربیت سے متعلق جو مواد کتابوں میں موجود ہے اس کا مطالعہ والدین کے لیے بڑا ضروری ہے، تاکہ والدین کو اس کی روشنی میں پتا چلے کہ ہم کن خطوط پر اولاد کی تربیت کر سکتے ہیں۔

بچی کی عمر کے ساتھ ساتھ اس کے پروان چڑھنے کا مرحلہ ہے، اس عمر میں والدہ کو کیا کرنا ہے، اس کو کس طرح پالنا اور پرورش کرنا ہے اس طریقہ کو سیکھنا ضروری ہے، اس عمر میں جس طرح بچوں کی پرورش کی جاتی ہے اپنے گھر میں ہی ان کا اہتمام کرنا چاہیے، ایسی چیزیں جن کی طرف بچی کا دل متوجہ ہو کا انتظام کرنا چاہیے۔

اس عمر میں بچہ جن جن چیزوں کو دیکھتا ہے ان کا عکس اتارتا ہے، ان کی نقل کرتا ہے، اس عمر میں ہمیں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہم بچے کے ساتھ وہ معاملہ کریں اور اس خیال سے کریں کہ ہمارا بچہ بچہ ہے کچھ اور نہیں ہے، وہ کھیل کود کو پسند کرتا ہے، ذمہ داری کیا چیز ہوتی ہے اس کا بچوں کو پتہ نہیں ہوتا، وقت ضائع ہونے کا بچوں کو احساس نہیں ہوتا، بچہ غلط کر بیٹھتا ہے مگر اسے اس چیز کا پتا نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کی ہے، اسے غلطی کے حجم کا اندازہ نہیں ہوتا جس طرح بڑی عمر کے لوگوں کو اپنی خطاء اور غلطی کا احساس ہوتا ہے۔

عمر کا یہ مرحلہ جو آپ نے تحریر کیا ہے اس مرحلہ میں بچوں میں ضد اور عناد پایا جاتا ہے،اس لیے آپ کو ایسی شکایت کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی پریشان ہونے کی ضرورت ہے،آپ نے اپنی بچی کی جس عمر کا ذکر کیا ہے یہ اس کی ضد بازی کی عمر ہے، یہ عمر کے بڑھتے مرحلے کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہوتی جائے گی،جوں جوں یہ بڑی ہو گی توں توں اس کی ضد ختم ہوتی جائے گی۔

اس لیے ایک ماں کو چاہیے کہ ضدی بچی کا دل جیتے، خاطر مدارات کرے، ضد کا جواب ضد سے نہ دے، چونکہ یہ عمر کا حصہ ایسا ہے کہ ضد کا جواب ضد سے نہیں دیا جاتا،اس عمر میں مارنا پیٹنا بھی مناسب نہیں ہے،مار پیٹ کے ساتھ وہ مزید ضدی بنے گی،بسااوقات بچے میں رونے پیٹنے اور ضد کرنے کی وجہ اس لیے بھی ہوتی ہے کہ بچہ یہ خیال کرتا ہے کہ مجھے جو چیز چاہیے وہ اسی ضد، عناد، شور و غوغا اور رونے پیٹنے سے ہی ملے گی، اس لیے اس نوبت سے پہلے ہی دونوں بیوی میاں باہمی مشاورت سے بچے کی مطلوبہ چیز مہیا کرنے کی کوشش کریں۔

بچے کی ضد کا جواب مار سے نہ دیا جائے، بچے پر چیخنے چلانے سے گریز کیا جائے،اس لیے کی آپ کا چیخنا چلانا بچے کی ضد میں اضافہ کرے گا،یوں وہ وہ کچھ کرنے کا سوچے گا جو آپ کے دل ودماغ میں بھی نہیں، کیونکہ عمر کا یہ حصہ ہے اسی طرح کی مار،ضد اور عناد یا بچے پر سختی اسے نئے نئے تجربات سے دوچار کرے گی،ایک تجربے سے دوسرا تجربہ کرے گی۔

آپ نے اپنی بچی کو پڑھنے لکھانے کا ذکر کیا، یہ عمر پڑھنے لکھنے کی نہیں ہے،اس لیے پریشان نہ ہوں، یہ کھیلنے کودنے کی عمر ہے، تھوڑا فاصلے پر رہ کر بچے کی نگرانی کریں، دیکھیں وہ کیا کرتا ہے،اسے یہ کرو، وہ کرو کی بجائے عملی لحاظ سے خود ایسا کرو جس سے بچے میں دلچسپی پیدا ہو اور وہ آپ کی نقل کرے، کیونکہ اس عمر میں بچہ نقل کرتا ہے۔

آپ نے بچی کے کھانے پینے کی شکایت کی ہے، تو اس میں یوں طریقہ کریں کہ بچی کا اس لحاظ سے یوں خیال رکھ لیا کریں کہ وہ ابھی دودھ پیے گی یا تھوڑی دیر بعد؟ یہ ٹائمنگ آپ کے ذہن میں ہونا چاہیے، وہ دودھ کا آدھا کپ پیے گی یا آدھے سے بھی تھوڑا؟ یہ آپ کے علم میں ہونا چاہیے، یوں وہ بچا ہوا کھانا پھینکے گی نہیں بلکہ اس کی جو ضرورت ہے وہ اس کے مطابق استعمال کرے گی۔

بچی کو چومیے، پیار کیجیے، اسے احساس دلایئے کہ آپ اس سے پیار کر رہی ہیں، اس کے ساتھ پیار کرنے کو کسی چیز کے ساتھ مشروط نہ کریں کہ تم ایسا کرو گی تو میں تم سے پیار کروں گی، غیر مشروط پیار کریں، اسے اپنے سینے سے لگایئے، اسے اپنے ساتھ چمٹایئے، اس کی کھیل کود میں کچھ دیر شریک ہو جایئے۔

دوسری بہن سے اس کی چڑھ ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے احساس دلاتی رہیں کہ یہ آپ کی چھوٹی بہن ہے، چھوٹے بہن بھائی کے کپڑے غسل خانے میں لے جانے میں اس کو اپنے ساتھ شریک کریں، یوں رفتہ رفتہ وہ اپنی چھوٹی بہن یا بھائی سے پیار کرنے لگے گی۔

میری بہن! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماں بنایا ہے، ایک بڑا موقع اللہ تعالیٰ نے آپ کو فراہم کیا ہے کہ آپ اپنی بیٹی کی تربیت کرتے ہوئے وہ عظیم درجہ اور مقام پا سکیں جو حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے آیا ہے، یہ موقع ہے کہ قبولیت کی گھڑیوں میں دعاؤں کے لیے ہاتھ بلند کیے جائیں، کیونکہ والدین کی دعائیں اپنی اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں، اس میں کوئی نقصان کی بات بھی نہیں کہ آپ اپنی بیٹی کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں، اللہ کی بارگاہ میں زاری والحاح سے دعائیں کریں، ساتھ ساتھ تربیت کا سلسلہ بھی جاری رکھیں، اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

سادگی

ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک میں بہت سادگی تھی، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں سارے عرب کی حکومت دی تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذرا بھی غرور اور گھمنڈ نہ تھا، گھر کا کام کاج خود ہی کر لیتے، اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے، اپنا جوتا گانٹھ لیتے، گھر میں جھاڑو دے لیتے اور خود ہی دودھ دوہ لیتے تھے، زمین پر، چٹائی پر، فرش پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے تھے، مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھے تھے۔

چھوٹا یا بڑا اسے سلام کرنے میں خود پہل کرتے تھے، غریبوں اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے اور غریب سے غریب آدمی کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

خچر اور گدھے پر بھی خوشی سے سوار ہو جاتے اور کبھی کبھی دوسروں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیتے، صحابہ رضی اللہ کے ساتھ گھل مل کر بیٹھ جاتے، ان سے الگ یا اونچی جگہ پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے، مجلس میں کوئی اجنبی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسانی سے نہ پہچان سکتا تھا، بازار سے خود سودا خرید کر لے آتے اور اپنے جانوروں کو خود چارا ڈالتے تھے۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ادب سے کھڑے ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع فرمایا کہ میرے آنے پر کھڑے نہ ہوا کرو۔

☆....☆....☆

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے گئے تو میں نے دیکھا کہ جو چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوڑھ رکھی تھی اس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی۔

☆....☆....☆

ایک دن دو صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے مکان کی مرمت کر رہے ہیں، وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹانے لگے، کام ختم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو بہت دعائیں دیں۔

☆....☆....☆

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دکان سے پاجامہ خریدا، وہاں سے اٹھنے لگے تو دکان دار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چومنا چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پیچھے ہٹالیا اور فرمایا، یہ تو عجم کے لوگوں کا طریقہ ہے، میں بادشاہ نہیں ہوں تم ہی سے ایک ہوں۔

☆....☆....☆

ایک دفعہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کانپنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ڈرو نہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں، ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔

جس دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، اتفاق سے اسی دن سورج گرہن تھا، لوگوں نے خیال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدمے کا اثر سورج پر بھی ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور فرمایا۔ لوگو، کسی کی موت سے سورج یا چاند میں گرہن نہیں لگتا، یہ تو خدا کی قدرت کا ایک نشان ہے۔

☆....☆....☆

ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے باتیں کرتے کرتے کہہ دیا، جو اللہ چاہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے مجھے خدا کا شریک بنادیا، یوں کہو جو اللہ تعالیٰ (اکیلا) چاہے۔

☆....☆....☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگو، میری حد سے زیادہ تعریف نہ کرنا، جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حد سے زیادہ تعریف کرتے تھے (ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں)۔ میں تو خدا کا ایک بندہ ہوں، اس لیے تم مجھ کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

مغرب کی نماز ہو چکی ہے، کچھ نمازی رخصت ہو گئے ہیں اور کچھ بیٹھے ذکر و اذکار میں محو ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابھی مسجد میں تشریف فرما ہیں کہ ایک شخص بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتا ہے۔ خستہ حال، چہرے پر زندگی کی سختیوں کے نقوش....

عرض کرتا ہے ''یا رسول اللہ! میں مفلس اور مصیبت زدہ ہوں۔ وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا ہے مگر شاید زبان ساتھ نہیں دیتی، مسجد میں پھیلی ہوئی خاموشی اور گھمبیر ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چند لمحے اس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہیں اور پھر ایک شخص سے فرماتے ہیں ''ہمارے ہاں جاؤ اور اس مہمان کے لیے کھانا لے آؤ'' وہ خالی ہاتھ واپس آجاتا ہے اور زوجہ محترمہ کا پیغام دیتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے، میرے پاس اس وقت پانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

مسافر پیغام سن کر دم بخود رہ جاتا ہے، وہ جس بابرکت ہستی کے پاس اپنے افلاس کا رونا لے کر آیا ہے خود ان کے گھر کا یہ حال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغام سن کر دوسری زوجہ مطہرہ کے پاس بھیجتے ہیں مگر وہاں بھی یہی جواب ملتا ہے، ایک ایک کر کے سب ازواج مطہرات سے پچھواتے ہیں لیکن سب کا جواب یہی ہے۔

''اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے ہمارے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہیں''۔

نو وارد کی حالت دیدنی ہے، افلاس اور فاقہ کشی سے بھاگ کر اس پاک ہستی کے دامن میں پناہ لینے آیا تھا جو تنگ دستوں اور محتاجوں کا ملجا وماویٰ ہے، اس تاجدارِ دو عالم اور مقدس ہستی کے ہاں بھی بس اللہ کا نام ہے، اسے اپنے گھر کا خیال آجاتا ہے، وہاں اتنی احتیاج تو نہ تھی، جب اس نے گھر چھوڑا تھا اس وقت بھی اس کے ہاں دو تین دن کی خوراک موجود تھی۔

پھر ایک بکری بھی اس کے پاس تھی، جس کا دودھ زیادہ نہ سہی بچے کے لیے کافی ہو رہتا تھا، وہ تو اس خیال سے حاضر ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے دامن احتیاج پھیلائے، جن کا جود و کرم ہوا سے بھی زیادہ بے پایاں ہے، اور ان کے فیض کرم سے کٹھن زندگی آسان ہو جائے گی، لیکن یہاں تو عالم ہی اور ہے، اسے اپنے وجود پر شرم آنے لگتی ہے اور ندامت کے قطروں سے پیشانی بھیگ جاتی ہے۔ اچانک اسے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں ''آج کی رات اس شخص کی کون میز بانی کرے گا؟'' ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصاری اٹھ کر عرض کرتے ہیں ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا گھر حاضر ہے''۔ پھر اس شخص کو ساتھ لے کر گھر آتے ہیں، بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے پوچھتے ہیں ''کھانے کو کچھ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مہمان ساتھ آئے ہیں''۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ''میرے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا اور کچھ

بھی نہیں''۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ''بچوں کو سلادو اور کھانا دستر خوان پر چن کر چراغ گل کر دو۔ ہم مہمان کے ساتھ بیٹھے یونہی دکھاوے کا منہ چلاتے رہیں گے اور وہ پیٹ بھر کر کھالے گا''۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا ایسا ہی کرتی ہیں۔ اندھیرے میں مہمان یہی سمجھتا ہے کہ میزبان بھی اس کے ساتھ کھانا کھارہے ہیں۔

مہمان کو کھانا کھلا کر سارا گھر فاقے سے پڑا رہتا ہے، صبح ہوتی ہے تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر تبسم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں تم دونوں میاں بیوی رات مہمان کے ساتھ جس حسن سلوک سے پیش آئے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ آیت تلاوت فرماتے ہیں جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

ترجمہ: ''اور وہ (دوسروں کی ضروریات کو) اپنے آپ پر مقدم رکھتے ہیں خواہ انہیں خود احتیاج نہ ہو'' اس طرح ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کے ایثار کی داستان رہتی دنیا تک کلام الٰہی میں ثبت ہو جاتی ہے۔

دسترخوان

کلیجی، مغز اور زبان کھانے سے صحت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

بہت کم افراد ایسے ہوتے ہیں جن کو جانوروں کی کلیجی، گردے، دل، زبان اور مغز وغیرہ کھانے کا شوق ہوتا ہے، بیشتر تو انہیں نقصان دہ یا خراب سمجھ کر کھانے سے گریز کرتے ہیں۔ مگر بیشتر افراد کو معلوم نہیں کہ گوشت کے یہ حصے کچھ وٹامنز اور غذائی اجزا سے بھرپور ہوتے ہیں۔

اکثر انہیں سپر فوڈ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں آئرن، وٹامن بی، فاسفورس، کاپر، میگنیشم، وٹامن اے، وٹامن ڈی، وٹامن ای، وٹامن کے اور دیگر کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔

مختلف ممالک میں انہیں کھایا جاتا ہے اور ان کے فوائد درج ذیل ہیں۔

جگر: جگر اس حوالے سے سب سے زیادہ غذائیت والا حصہ ہے جس میں وٹامن اے کی طاقتور قسم پائی جاتی ہے، وٹامن اے آنکھوں کی صحت کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے جبکہ جسمانی ورم اور جوڑوں کے امراض کا خطرہ کم کرتا ہے، اس کے علاوہ کلیجی میں فولک ایسڈ، آئرن، کرومیم، کاپر اور زنک بھی موجود ہوتا ہے جو کہ دل کے لیے فائدہ مند ہونے کے ساتھ خون میں ہیموگلوبن کی سطح بڑھاتے ہیں، جس سے انیمیا کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

گردے: پروٹین اور دیگر اجزا سے بھرپور گردے جسم کو اومیگا تھری فیٹی ایسڈ فراہم کرتے ہیں، جبکہ اس میں موجود ورم کش خصوصیات دل کی صحت کے لیے فائدہ مند ہوتی ہیں۔

مغز: مغز میں اومیگا تھری فیٹی اسیڈز اور ایسے اجزا موجود ہوتے ہیں جو اعصابی نظام کو فائدہ پہنچاتے ہیں، ان میں موجود اینٹی آکسائیڈنٹس انسانی دماغ اور حرام مغز کو تحفظ فراہم کرتے ہیں۔

دل: دل فولیٹ، آئرن، زنک اور سیلینیم سے بھرپور ہوتا ہے جبکہ اس میں وٹامن بی

۲، بی سکس اور بی ۱۲ بھی موجود ہوتا ہے جو کہ امراض قلب سے تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ بلڈ پریشر کو مستحکم، ہائی کولیسٹرول میں کمی اور خون کی شریانوں کو صحت مند بناتے ہیں۔

زبان: زبان کیلوریز اور فیٹی ایسڈز جیسے زنک، آئرن، کولین اور وٹامن بی ۱۲ سے بھرپور ہوتی ہے اور یہ گوشت حاملہ خواتین کے لیے بہت زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔

خطرات: ان حصوں میں کولیسٹرول اور چربی کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے ان کو بہت زیادہ کھانا نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔یعنی کلیجی، گردے، زبان، مغز یا دل وغیرہ کو اعتدال میں رہ کر کھانا چاہئے اور ہفتے یا مہینے میں ایک بار کھانا ہی کافی ہوتا ہے۔

حضرت عمیر بن سعد انصاری ③

مولانا حافظ خلیل الرحمان راشدی صاحب مد ظلہ

بلکہ یہ جواب دیا کہ فقراء اور مساکین کی فلاح پر خرچ کرتا ہوں، ان کی محتاجی کو دور کرنے پر خرچ کرتا ہوں۔

پھر امیر المومنین نے پوچھا، عمیر! تم حمص (شام) سے مدینہ طیبہ تک پیدل سفر کر کے آئے ہو کیا تمہارے پاس سواری نہیں تھی؟ اور اگر سواری نہیں تھی تو کیا تمہاری سلطنت کی حدود میں مسلمانوں اور ذمیوں میں کوئی آدمی بھی ایسا نہیں تھا جو تمہیں سواری کا ایک جانور دے دیتا؟

عرض کی، امیر المومنین! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے حاکم ہوں گے کہ اگر رعایا خاموش رہے گی تو یہ حکام انہیں برباد کر دیں گے اور اگر رعایا فریاد کرے گی تو یہ حکام ان کی گردنیں اڑا دیں گے اور میں نے سرکار دوعالم ﷺ سے یہ بھی سنا ہے کہ تم لوگ اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دے گا جو بدترین انسان ہوں گے، اس وقت نیکوں کی دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی، اے امیر المومنین! میں ان برے حاکموں میں سے ہونا پسند نہیں کرتا، اس لیے مجھے پیدل چلنا گوارا ہے، لیکن اپنی رعایا سے کچھ طلب کرنا یا ان کے تحائف و ہدایا قبول کرنا ہرگز پسند نہیں ہے۔

سیدنا عمیر کا یہ جواب سن کر امیر المومنین نے فرمایا، عمیر! میں تمہاری کارگزاریوں سے بہت خوش ہوا ہوں، لہذا تم واپس اپنے حمص جا کر گورنری کے فرائض انجام دیتے رہو۔

غیبت؟

غیبت عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنٰی پیٹھ پیچھے کسی کی برائی بیان کرنا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا، غیبت کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارا اپنے بھائی کے بارے میں اس چیز کے ساتھ ذکر کرنا جس کو وہ برا سمجھتا ہو، اگر وہ برائی اس میں ہے تو تو نے غیبت کی، اگر وہ برائی اس میں نہیں ہے تو تو نے بہتان باندھا۔

مولانا حافظ عاصم نور۔لاہور

اسی بات کی تائید ایک دوسری حدیث شریف سے ہوتی ہے، حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دراز قد کی عورت آئی اور جب واپس چلی گئی تو حضرت عائشہ نے کہا کہ یہ عورت دراز قد ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تھوک ڈال، تھوک ڈال، حضرت عائشہ نے عرض کی کہ میں نے تو وہ کہا جو اس عورت میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، غیبت اس کو کہتے ہیں کہ تو اپنے بھائی کا ذکر کرے جو اس میں ہے اور اگر وہ چیز اس میں نہیں ہے تو تو نے بہتان باندھا۔

اس لیے کہتے ہیں کہ غیبت کے معنٰی عیب بیان کرنا ہیں اور وہ عیب خواہ کسی کی ذات میں ہو، خواہ کسی کی عقل میں ہو، یا کپڑے میں یا نصیب میں یا چارپائی میں یا وہ چیز جو اس کے ساتھ تعلق رکھتی ہو جیسا کہ کوئی شخص کہے فلاں آدمی کی آستین کشادہ ہے اور دامن اس کا دراز ہے، اور یا یوں کہے کہ فلاں آدمی بدصورت ہے یا اس کا قد چھوٹا ہے یا بڑا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ماہنامہ سلوک واحسان کراچی

ماہ نامہ سلوک واحسان کراچی کی ۳۲ویں جلد کا تیسرا شمارہ اس وقت ہماری نگاہوں کو برودت اور قلب و جگر کو تسکین فراہم کر رہا ہے، سلوک واحسان کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس کی انتظامیہ نے سیرت النبی ﷺ کے عنوان سے سجاسنوار کر ایک بہت ہی بہترین، بہت ہی دلنشین اور جاذب دل ونگاہ میگزین پیش کیا ہے۔

ماہ نامہ سلوک واحسان کے مدیرالمہام جناب حضرت مولانا محمد الیاس مدنی مدظلہ العالی ہیں، یہ رسالہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ وبرداللہ مضجعہ کی یاد میں گزشتہ تین دہائیوں سے تشنگان تصوف وسلوک کی علمی وروحانی پیاس بجھانے میں مصروف عمل ہے، اس کے بانی ومؤسس عارف باللہ حضرت مولانا محمد یحیٰ مدنیؒ تھے۔

ماہ نامہ سلوک واحسان معہد الخلیل کراچی کا ترجمان اور اہل تصوف وسلوک کا نقیب ہے، پیش نظر شمارہ اساطین برصغیر پاک وہند کی لاجواب اور باکمال تحریروں سے مزین ومرصع ہے، لکھاریوں میں سیدابوالحسن علی ندویؒ، مولانا سرفراز صفدرؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا عبدالمنعم فائز، ڈاکٹر عبدالحئی عارفیؒ، مولانا محمد اسماعیل ریحان، مولانا زاہدالراشدی، کی دلربا، علمی تحریریں شامل ہیں، شمارہ میں تمامی مضامین سیرت النبی ﷺ پر مشتمل ہیں۔

حرف اولین میں حضرت مولانا محمد الیاس مدنی مدظلہ نے آسیہ ملعونہ کی رہائی اور مولانا سمیع الحق شہید کی شہادت پر اپنے قلبی ووجدانی جذبات کا اظہار کیا ہے، مکمل رسالہ آرٹ پیپر پر زیور طباعت سے مزین کیا گیا ہے، سوا سو سے زائد صفحات، فی شمارہ ۲۵ روپے، سالانہ ۳۰۰۔ ملنے کا پتا: ماہ نامہ سلوک واحسان، معہد الخلیل 445/3 بہادرآباد کراچی